بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اشارات

## (۳)

پچھلی قسطِ اشارات میں سلسلۂ گفتگو سے ذرا ہٹ کر ہم نے جنیوا مذاکرات کے مسئلے کی طرف اشارہ کیا تھا اور مختصراً "فیصلے" سے قبل یہ عرض کیا تھا کہ نتیجہ وہ نکلے گا جسے ہم قفسِ آزادی میں بند محکومانِ ازلی پہ ارضی دیوتا ٹھونس دیں گے۔ اُوپر تقدیر اللہ کی ہے اور اس کے دائرے کے اندر نیچے جو تقدیر بطور سزائے نااہلیت ہمارے لیے تجویز کی گئی ہے، ظاہری طور پر اُسے ارضی دیوتا تیار کرتے ہیں۔ وہاں سے اشارہ ہو تو یکایک ایک کٹھ پتلی حرکت میں آجائے گی، پھر اشارہ ہو تو کوئی کٹھ پتلی آسمان پہ اُڑنے لگے گی اور ترانۂ آزادی گائے گی، پھر اشارہ ہو تو کوئی کٹھ پتلی کسی کمزور دیوتا کے پاؤں کی چھنگلیا کے ناخن پہ رائی کا ایک دانہ غلیل کے ذریعے مارے گی اور پھر خوب اُچھلے گی اور تالیاں بجائے گی اور دُنیا کے بے شمار جھینگر خوب شہنائیاں بجائیں گے۔ لیکن ذرا سخت سا ایک اور اشارہ ہو گا تو تمام کٹھ پتلیاں بھاگ کر ایک کنویں میں چھلانگ لگا دیں گی جس کا ڈھکن خود بخود بند ہو جائے گا اور اُوپر تاریکی کا سمندر لہریں لینے لگے گا۔

جنیوا میں شطرنج کی جو بساط بچھی تھی اس کے کھلاڑی تو جو تھے وہ تھے، تختے کے اُوپر جو مہرے چنی گئی تھیں وہ بھی سمجھتی تھیں کہ کھیل کی جان تو ہم ہیں — ان میں سے جو بادشاہ اور وزیر تھے ان کا تو کہنا ہی کیا، لیکن جو ہاتھی گھوڑے تھے وہ بھی بڑی آن بان دکھا رہے تھے، کیونکہ وہ بادشاہوں اور وزیروں کی سواری کا کام دینے کی وجہ سے بڑے معزز و مؤقر تھے۔

اور تو اور، پیادوں ہی کے فخر کے پیتر جگ مگ جگ مگ کر رہے تھے، کیونکہ لڑائی میں پیش پیش بھی وہی تھے، پیچھے نہ پلٹنے کی انہوں نے قسم کھا رکھی تھی اور لڑائی کا آخری نتیجہ بھی انہی پر منحصر تھا، حتیٰ کہ مخالف جانب کے بادشاہ سلامت اِدھر کے کسی پیادے ہی کی شہ سے مات ہو جاتے۔ اب وہ پیادہ سمجھا کہ کھیل تو ہمارا تھا اور ہم نے سر کیا۔

تو جینوا کی بساط پر اصل حریفانِ مقابل تو گورباچوف اور رینالڈ ریگن تھے۔ البتہ کچھ اور ملکوں کو بھی رنگ میں لیا گیا تھا۔ یہ فخر پاکستان کو بھی حاصل ہوا۔

اب دیکھیے نتیجہ!

اصل فریقینِ تنازع تو دو تھے: ایک روس جس نے افغانستان پر فوجی جارحیت کی اور نو سال تباہی مچاتے کا سلسلہ جاری رکھا اور اب وہ اس لیے جانے پر مجبور ہوا کہ فتح کے امکانات بالکل نہیں ہیں اور روس کو بہت بڑے نقصانات پہنچ رہے ہیں۔ اوّل تو اس کی ناقابلِ مزاحمت قوت ہونے کی دھاک جو ظہورِ انقلاب سے اب تک قائم تھی، ختم ہو گئی، اور ختم بھی ایسی مسلم قوم کے ہاتھوں ہوئی جو تمدنی لحاظ سے پسماندہ، تعلیمی لحاظ سے محض مبتدیانہ حد تک ترقی پذیر، دفاعی سامان اور علوم کے لحاظ سے تہی دامن تھی۔ دوسرے روس کی اپنی فوج کا مورال تیزی سے گرا۔ اور تیسرے یہ کہ روس کی اپنی آبادی میں ایجی ٹیشن کرنے کی جرأت بڑھ گئی۔ دوسرا فریق مجاہدینِ افغانستان تھے، جنہوں نے روسی جارحیت کا مقابلہ بڑی قربانیوں اور مشقتوں کے ساتھ کیا۔ جادوگرانِ زمانہ نے لفظ مجاہدین کو پروپیگنڈے کی مشین میں ڈال کر "چھاپہ مار" بنا دیا، اور چھاپہ ماروں سے گفتگو کرنے کو خلاف تہذیب گردانا ——— اور جو بھی کچھ ہو ——— بس اسی ایک فیصلے سے ساری بازی دشمن کے ہاتھ چلی گئی۔

عبوری حکومت کا قیام نہ ہو سکا، کابل گورنمنٹ کے خاتمہ اور اس کے وقت کا اعلان نہ ہو سکا، یہ طے نہ ہو سکا کہ آئندہ کے نظام کو تشکیل دینا مجاہدین و مہاجرین کی اس قوت کا کام ہے جو روس کے خلاف جنگ آزمارہ کر آج فاتحانہ پوزیشن میں آگئی ہے۔ بلکہ ایسی صورتیں تجویز کی گئیں کہ لڑائی جاری رہے، ملک کے دو حصے ہو کر آپس میں لڑیں اور ایک حصے کو روس اپنے ساتھ شامل کرنے کے لیے اپنی جنگی قوت اور مہارت اور قیادت کو کام

میں لائے، اِدھر پاکستان کو خوئے سرافرازی کی سزا دینے کے لیے بھارت کو حملہ آوری پہ مجبور کرے جس کے لیے وہ ہلاکت کا طوفان اُٹھانے والے ہتھیار بھجوا رہا ہے، اُدھر مہاجرین ایسی پیچیدگی میں پڑیں کہ ان کے لیے افغانستان واپس جانا ممکن نہ ہو۔ واپس جائیں تو نہ کہیں سے خوراک ملے، نہ پھلوں والے درخت موجود ہوں، نہ زمین اس قابل ہو کہ کاشت کر کے فصل اُگائی جا سکے، نہ مویشی ہوں کہ اس زندہ دولت کی افزونی کو سرمایۂ اُمید بنایا جا سکے۔ علاوہ ازیں روسی اور کابلی حملوں اور بمباریوں کا خطرہ اسی طرح ان پر معلق رہے جیسے پہلے تھا۔ اور جس کی وجہ سے وہ ترکِ وطن کر کے آئے تھے۔ نہ وہاں کوئی ہسپتال اور ڈاکٹر ہوں کہ ان کے معذوروں اور زخمیوں اور مریضوں اور وبا زدوں کا علاج کر سکیں۔

بلکہ خطرہ تو یہ بھی ہے کہ مہاجرین کی خاصی تعداد جب لوٹ کے واپس پہنچے تو ایک طرف تو وہ اتنے زیادہ مصائب میں گھر جائے کہ فرسٹریشن کا شکار ہو جائے اور دوسری طرف وقتاً فوقتاً تاک تاک کر ان پر دشمن بمباریاں اور آتش بازیاں کر کے ان کو مکمل طور پر بے بسی اور نااُمیدی کے آخری مرحلے تک پہنچا دے۔ یہاں تک کہ وہ اس قابل بھی نہ رہیں کہ دوبارہ پاکستان کا سفر کر سکیں۔ کیونکہ پہلے ان کا سرمایۂ زندگی اُمید تھی اور اب اس اُمید کا چراغ گُل کر دیا جائے گا۔

خیر ان اندیشوں کو ایک طرف ڈال کر ہم بہ یقین کرتے ہیں کہ افغان مجاہدین ایک ایسی طوفانی قوت ہیں، جو پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ نبرد آزما ہوں گے اور ان کی سرفروشانہ مساعی کابل کا تختہ ہلا دیں گی۔ اس سلسلے میں یہ علامات ابھی سے سامنے ہیں کہ کابل حکومت اور کابل فوج کے بکثرت افراد مع معلومات و سامان مجاہدین کے ساتھ آ کر مل رہے ہیں۔ یہ حالات کسی بھی قلعۂ اقتدار کے ٹوٹنے کے قریب اسی طرح رونما ہوتے ہیں جیسے زلزلے سے تباہ ہونے والے علاقے سے مویشی بھاگ جاتے ہیں۔ مگر اس خبر میں بھی ایک پہلو امتحان کا ہے۔ یہ مختلف ساخت کا عنصر جو اس تجربے سے نہیں گذرا جس سے مہاجرین گذر رہے ہیں، ان میں اچھی طرح گھُل مِل نہیں سکے گا اور گو ابتدا میں یہ لوگ خاموش رہیں گے مگر بعد میں ان کا اندازِ اختلاف نمایاں ہونے لگے گا۔ یہاں تک کہ جب اقتدار کو ہاتھ میں

لے کر تعمیری کام کرنے کا وقت آئے گا تو یہ لوگ اندر سے مجاہدین کے سیاسی انقلابی عمل میں خلل انداز ہوں گے۔

بہر حال اتنی بات واضح ہے کہ روس اور امریکہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ نہ افغانستان کی جغرافی و سیاسی نوعیت ایسی بنے اور نہ مجاہدین کو ایسا مرتبہ حاصل ہو کہ وہ بنیاد پرستانہ ذہن کے ساتھ اسلام کا نظامِ حیات برپا کر سکیں۔ خاص اس نقطے کی حد تک پاکستان کے بیوروکریٹس اور سیکولرسٹ بھی متفق ہیں کہ ٹھیٹھ یا ٹھوس اسلامی حکومت رونما نہ ہو جائے، ورنہ پھر پاکستان کو اس خطرے سے بچانا مشکل ہو جائے گا۔

جینوا مذاکرات کے نتیجے میں ہوتے والے معاہدات اور ان سے پیدا ہونے والے حالات کا یہ وہ فریم ہے جس میں آپ اپنی حکومت کو، اپنی پارلیمنٹ کو اپنی جماعتوں کو اور اپنے آپ کو رکھ کر بغور دیکھیں کہ آپ کا آج کی وسیع دنیا میں سیاسی یا معاشی یا ڈپلومیٹک یا تہذیبی لحاظ سے کیا مقام ہے۔ کیا ویسا ہی نہیں جیسا ایک سر بمہر خالی مٹکے کی اندرونی دیوار پر رینگنے والے اس باریک سے جاندار کا ہوتا ہے جس کا حجم زیادہ سے زیادہ ایک نقطے کے برابر ہوتا ہے۔

دراصل ہم جو ایک چٹان تھے، ہمیں بے بسی اور بے مائیگی کے زہر میں کھرل کر کے باہر والوں نے اور اپنوں نے رائی کا ایک دانہ بنا دیا ہے۔ اندر والوں نے کھرل کو مضبوطی سے پکڑے رکھا ہے اور باہر والوں نے ہاون دستہ اس میں خوب خوب چلایا ہے۔ یہاں تک ہمارا کشتہ بن گیا۔

اب یہ جو فراخدلی سے قرضے دیئے جا رہے ہیں اور اسلحہ کی ترسیل کی جا رہی ہے اور حوصلہ دلایا جا رہا ہے ــــــ اس سے اگرچہ راہِ فرار بھی اب نہیں رہی ــــــ مگر یہ سب کچھ ہماری ذہنی اور تہذیبی اور دفاعی اور اقتصادی غلامی کے تالوں پر نئی مہریں لگانے کے لیے ضروری ہے۔

آئندہ کے لیے جس انتہائی پیچیدہ صورتِ حالات سے ہم دوچار ہو رہے ہیں وہ بڑی خوفناک ہے۔ پہلے تو امریکہ ہی کا ذہنی، اقتصادی اور دفاعی تسلط تھا ذہنی اور

علاقائی نہ تھا) اب پاکستان کی بساطِ شطرنج میں حصہ لینے کے لیے رُوس بھی آ پہنچا ہے۔ دوستی کی راہیں بنانے کی کوششیں ہیں اور ان کے لیے برسوں سے دلی بزنجو ٹائپ لوگ چیخ پکار کر رہے تھے کہ جب تک روس کی دوستی کی بھی زنجیریں پاکستان کو پہنا نہ دی جائیں، خالی خولی امریکی زنجیریں بے کار ہیں۔ بلکہ امریکی زنجیریں اُترواکر وہ خالص رُوسی زنجیروں کو پاکستان کے لیے سامانِ فخر سمجھتے ہیں۔ رُوسی زنجیروں ہی کا دوسرا نام آزادی، ترقی اور مساوات ہے۔ جہاں جہاں یہ زنجیریں پہنچی ہیں، وہاں وہاں آزادی اور مساوات کے نام سے دُودھ شہد کی نہریں بہہ نکلی ہیں۔

تو اب ہمارے مُلکی آنگن میں دونوں کھلاڑی آمنے سامنے رنگ میں آکھڑے ہوئے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو گھوریں گے، "بڑھکیں ماریں گے"، کبھی کبھی ہاتھ چلائیں گے، اور جب کوئی تھکے گا تو تولیے لے کر مالش کرنے کا اعزاز ہمیں دونوں جانب سے حاصل ہوگا۔ صاحب ہم دونوں کے "ہتھے بدھے" غلام۔ نہ ایک پہ اعتراض، نہ دوسرے سے اُلجھن، بلکہ سب کچھ تو اصل ان کا ہوگا، ہم تماشائی ہوں گے۔

اُدھر بھارت کے سمندروں میں سطح پر طیارہ بردار جہاز اور سطح کے نیچے ایٹمی آبدوزیں، اِدھر خلیج میں بحری بیڑوں کی نقل و حرکت، سیاچین کے میدانِ یخ میں معرکہ، سندھ میں خلل اندازیاں، کراچی میں باشندگانِ کراچی کو ایک دوسرے سے لڑانے مروانے کے سامان اور ایک عالمی شہرت کے پُر رونق شہر کو ویرانہ بنانے کے پروگرام! [1]

---

[1] اور کمال یہ کہ ہر بار چند سکوٹر والے یا جیپ والے کلاشنکوفیں لیے آتش افگنی کرتے یکایک نمودار ہوتے ہیں اور تباہی پھیلا کر بلکہ آبادی کے مختلف عناصر میں غلط فہمی کی بارود میں چنگاریاں پھینک کر غائب ہو جاتے ہیں۔ کبھی کوئی پکڑا نہیں جاتا۔ جیسے جنات ہوں، جو پہاڑوں یا سمندر کی طرف شیطانِ اعظم کے حکم پر آتے ہوں اور انسانی زندگی کو خیر و خوبی سے محروم کر کے تباہی کے حوالے کر جاتے ہوں۔ کیا کراچی کسی جنگل کا نام ہے؟ کیا وہاں (باقی بر صفحہ آئندہ)

شمالی سرحد پر چلنے والے میزائیل، فاسفورس کا وہ مبینہ گولہ جو ادھر ٹی کیمپ پر گرا، ادھر عراق ایران جنگ اور اس کے لیے اسلحہ فروشوں کا تعاون، پھر اب سعودی عرب اور ایران میں شدید درجے کا کھچاؤ، لبنان کا اسرائیلیوں کے فوجیوں سے اس طرح پامال ہونا جس طرح قالین پر اونٹ ناچ رہے ہوں، اسرائیلی ریاست کی مسلم عرب آبادی کے لیے مسلم دشمن حاکموں کا قسائیوں جیسا رویہ! سلسلۂ احوال کتنا پیچ در پیچ ہے۔

اور ابھی تو کھیل کا آغاز ہے، ذرا میدان گرم ہو لے تو پھر دیکھیے گا۔

اس طویل تحریر میں کسی جگہ لکھا جا چکا ہے کہ اس وقت کرۂ ارضی کے فرعونوں اور نمرودوں کے لیے یہ چھوٹا سا جغرافی خطہ انتہائی خطرناک ہے، جس میں ایران، افغانستان اور پاکستان واقع ہیں۔ اس چھوٹے سے علاقے میں وہ سچی متحرک، فعال بالیدگی پسند، جہاد آموز اسلامیت موجود ہے جسے ماسکو سے لے کر واشنگٹن تک بڑی گھگھیاہٹ کے ساتھ "بنیاد پرستی" کہا جاتا ہے۔ یہاں کی تین طاقتوں میں سے ایک تو امریکہ کی گرفت میں ہونے کے باوجود قابو سے نکل گئی اور اس نے "بنیاد پرستی" کا انقلابی نقشہ کسی نہ کسی رنگ میں جا دیا۔ پاکستان کو دونوں طرف کی طاقتوں نے براہ راست بھی اور اس ملک میں کام کرنے والی مخالفِ اسلام قوتوں کے ذریعے بھی شدید تضادات اور اضطرابات میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہاں کی اسلامیت کی سیاسی لہر کی بلندی غالباً خطرے کے نشان سے نیچے آگئی ہے۔ اور اب صرف افغانستان میں پانی خطرے کے نشان سے اونچا ہے۔ اس کے لیے قوم کو دو حصوں میں بانٹ کر لڑانے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

ہر بازار، گلی، موڑ، چوراہے پر کار خاص کے لیے ایسے آدمی مقرر نہیں کیے جا سکتے جن کے پاس کیمرے ہوں، دُور بینیں ہوں، واکی ٹاکی ہو، الارم کا انتظام ہو اور دفاع کے لیے نہایت اوّل درجے کا اسلحہ ہو۔ ۴، ۵ سو آدمی مقرر کیجیے، چند ہی روز میں سکوٹر سوار جنات کی ایک آدھ ٹولی ضرور پکڑی جائے گی۔ اور پھر سلسلہ آگے چلے گا۔

کے سامان مہیا ہیں۔ سات جماعتوں کے اتحاد کو توڑنے کی اسکیمیں بھی تیار کی جا چکی ہیں، پاکستان کے ذریعے بھی زور ڈلوانا ہے کہ اور جو کچھ ہو، اسلامی حکومت نہ بننے پائے۔

اور اگر بن گئی تو ــــ

تو پھر پاکستان میں انقلابی جذبات کی اسلامی رَو خطرے کے نشان سے پھر بہت بلند ہو جائے گی، بلکہ ہوسکتا ہے کہ جلد ہی خطرہ نمودار ہو جائے۔

ذرا سوچیے، ہم کہاں کس طرح گھرے کھڑے ہیں۔ "گلیور" کی طرح ہمارا تو بال بال بندھا ہوا ہے۔

(باقی)